سوال

(180)تاوان کی رقم شرعاً جائز ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید نے بکر سے ایک مکان کا مسودہ بایں شرط کیا کہ بکر اپنا مکان قیمتی دوہزار روپیہ کا میرے ہاتھ فروخت کرے جس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ زید بکر کو مبلغ دوصد روپیہ بطور پیشگی یا مسودہ پکا کرنے کی غرض سے (جیسا کہ آج کل رواج ہے) تحریر دے کہ بکر اس مکان کو ایک ماہ زید میں زید کے حق میں بیع نامہ کے ذریعہ منتقل کردے۔ اگر نہ کرے تو زید کو اس کے زر پیشگی دوصد روپیہ اور علاوہ اس کے صد روپیہ اور بطور تاوان کے بکر کو دینے ہوں۔

بکر نے خلاف معاہدہ اس مکان کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا۔ جس میں اس کو مبلغ سات سو روپیہ منافع ہوا۔

دو باتیں دریافت طلب ہیں۔

1۔ زید کو بکر سے صد روپیے تاوان کے ملے وہ رقم شرعا جائز ہے؟

2۔ بکر کو-700/روپیہ منافع ہوا اس میں سے کچھ یا کل کا زید مستحق ہے؟ جواب مدلل ہو

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

صورت مسئولہ میں زید بصورت خلاف ورزی معاہدہ اپنی پیشگی دیئے ہوئے دوصد روپئے کے علاوہ مزید دوصد روپئے بطور تاوان کے بکر سے وصول کرنے کی شرط لگانی درستی نہیں تھی اس لئے زید کو بکر سے تاوان کے جو دوصد روپئے حاصل ہوئے ہیں شرعا زید جائز نہیں ہے۔

آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: المسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالا واحل حراما (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ اور ارشاد فرمایا: ما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائة شرط قضاء شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق (بخاری وغیرہ)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اپنی شرطیں پوری کرنی چاہیئے لیکن جو شرط حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردینی والی ہو یا شریعت سے اس کا جواز اباحت کے بجائے ممانعت ثابت ہوتی شرعا لغو اور کالعدم ہے ے اور اس سے اجتناب ضروری ہے ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا مال حلال ہونے کے لئے شریعت نے جو صورتیں بتائی ہیں وہ بیع بالتراخی یا ہبہ یا قبول صدقہ یا میراث ہے اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں دوصد روپئے کی بطور تاوان کے شرط لگانی نہ بیع کی شکل ہے نہ ہبہ کی۔ نہ صدقہ وغیرہ کی پس یہ شرط ما کان شرط لیس فی

کتاب اللہ فهو باطل کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اورناجائزاور باطل ہوگی اورایسی شرط کے ذریعہ جومال حاصل ہووہ اکل مال بالباطل کے اندر داخل ہوگا۔

ارشاد : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (29)

ونیز اگرابو بکر اس مکان کوزید سے پیشگی دوسوروپے لینے کے بعد زید کے ہاتھ فروخت کرتاظاہر ہے کہ یہ دوصد روپئے (جوزید نے تحقیق بیع یعنی بیع نامہ کی تحریر سے پہلے بکر کو بغرض پختگی معاملہ یعنی محض اس لئے دے دیئے ہیں کہ بکر یہ مکان کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے) مکان کی اصل قیمت 2 ہزار میں محسوب ہوجائے اوریہ بیع صحیح ہوجاتی (لعدم وجود شئی یفسد البیع اوراگر زید خوداس مکان کوخریدنے سے انکار کرلیتا یا بکر معاہدہ کاخلاف اس کے ہاتھ بیع کرنے یعنی : بیع نامہ کی تحریر سے انکار کردیتا توشرعا یہ دوصد روپئے زید کوواپس ہوتے اور بکر اس کا مستحق نہ ہوت اورنہ اس کے لئے لینا جائز ہوتا کیوں کہ زید کے اس دوصد روپئے سے بکر کا انتفاع اکل مال بالباطل ہوتا۔

الشرح الکبیر11/253میں ہے : فأما إن دفع إليه قبل البيع درهما وقال لا تبع هذه السلعة لغيري وإن لم اشترها منك فهذا الدرهم لك ثم اشتراها منه بعد ذلك بعقد مبتدأ وحسب الدرهم من الثمن صح لأن البيع خلا عن الشرط المفسد، ويحتمل أن الشراء الذي اشترى لعمر كان على هذا الوجه فيحمل عليه جمعاً بين فعله وبين الخبر وموافقة القياس والأئمة القائلين بفساد بيع العربون

وان لم يشتر السلعة فى هذه الصورة لم يستحق البائع الدرهم لانه يأخذه بغير عوض ولصاحبه الرجوع فيه ولا يصح جعله عوضا من انتظاره وتأخر بيعه من أجله لأنه لو كان عوضاً عن ذلك لما جاز جعله من الثمن فى حال الشراء ولأن الانتظار بالبيع لا تجوز المعاوضة عنه ولو جازت لوجب أن يكون معلوم المقدار كما فى الإجارة

پس جس طرح زید کے مکان کی خرید سے انکار کردینے کی صورت میں بکر اس کی پیشگی دیئے ہوئے دوصد روپئے کا مستحق نہیں ہوگااورنہ بکر کے لئے لینا جائز ہوگا بسبب اکل مال بالباطل میں داخل ہونے کے اسی معاہدہ کے خلاف زید کے بجائے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردینے کی صورت میں زید صرف اپنی پیشگی دیئے ہوئے کوواپس لینے کا مستحق ہوگا۔ اوراس کے علاوہ بکر سے کچھ اورقم بطورتاوان وصول کرنے شرعا مستحق نہیں تھا۔ مکتوب

(3) بنک کے مقرر نرخ اوربھاؤ کے خلاف قرض لینے والے اوراس کے قرض دینے آپس کی رضامندی سے جوبھاؤ بھی طے کرلیں اس میں میرے نزدیک کوئی قباحت شرعی معلوم نہیں ہوتی۔ مذکورہ لین دین اورتبادلہ کی معینہ صورت کے عدم جوازیا اس کے جواز میں شک وشبہ کرنے کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے جبکہ شرعا پبلک اپنے باہمی لین دین میں بنک کے نرخ اوبھاؤکی تابع نہیں ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری](#)

جلد نمبر 2۔کتاب البیوع

صفحہ نمبر 371

محدث فتویٰ